علامہ اسید الحق قادری عثمانی کی علمی خدمات

Educational Contributions of Allama Aseed-ul-Haq Qadri Usmani

مظہر حسین بھدرو*

ڈاکٹر محمد عابد ندیم**

ABSTRACT:

Allama Usaid-ul-Haq Qadri Usmani (1975-2014) was a great religious scholar, Islamic thinker, researcher. He remained the director of Al-Azhar institute of Islamic studies Badayun. He also served as member of Arabic panel in national council for promotion of Urdu Language govt. of India, New Delhi. Furthermore he was the president of Al-Azhar human welfare Society Badayun. In addition to it he was the coordinator of al-Azhar foundation Maharashtra. Moreover he wrote many Islamic books in which 14 books were on academic and research works. 17 books were arranged and prefaced by him. 12 books were translated and reviewed by him. 22 books were completed under his supervision. His academic contribut-ions would always be remembered in the history of Indo-Pak.

Key Words: Usaid-ul-Haq Qadri, Badayun, Indo-Pak, Educational Contributions.

تعارف:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی اترپردیش کے تاریخی شہر بدایوں کے معروف عثمانی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سینتیس واسطوں سے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ تک پہنچاہے۔ آپ کے جدامجد مولانا فضل رسول بدایونی تک آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے۔ علامہ اسید الحق قادری عثمانی بن علامہ عبدالحمید محمد سالم بن مولانا عبدالقدیر قادری بن مولانا عبدالقادر قادری بن مولانا فضل رسول قادری[1]۔ خانوادہ عثمانیہ کے مورث اعلیٰ قاضی دانیال قطریؒ تھے جو 599ھ / 03-1202ء میں قطر سے ترک سکونت کرکے سلطان شمس الدین التمش کے لشکر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ ابتدا میں لاہور میں سکونت پذیر ہوئے، پھر سلطان کے مسلسل اصرار پر بدایوں تشریف لائے حکومت کی جانب سے عہدہ قضاء تفویض کیا گیا۔ قاضی دانیال قطریؒ خواجہ عثمان ہرونیؒ کے مرید وخلیفہ اور خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے برادر طریقت تھے۔ قاضی دانیال قطریؒ کے خاندان میں علماء، فضلاء، اہل اللہ، ادباء اور قومی سطح کے قائد پیدا ہوتے رہے ہیں جن میں مولانا عبدالمجید بدایونی(1263ھ)، مولانا فضل رسول بدایونی (1289ھ) مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی(1274ھ)، مولانا عبدالقادر بدایونی (1319ھ)، مولانا عبدالمقتدر قادری(1334)، مولانا عبدالماجد بدایونی(1350ھ)، مولانا عبدالقدیر قادری(1379ھ)، مولانا عبدالحامد (1390ھ) سرفہرست ہیں[2]۔ آپ 23 ربیع الثانی 1395ھ / 6 مئی 1975ء کو مولوی محلہ بدایوں میں پیدا ہوئے[3]۔ آپ نے حفظ قرآن

*Ph.D Scholar, Department of Arbic Islamic Studies, GCU, Lahore.
Email: mazharhussainbhadroo@gmail.com
**Associate Professor, Department of Arbic Islamic Studies, GCU, Lahore.

مدرسہ قادریہ بدایوں سے 1989ء میں مکمل کیا۔ مدرسہ قادریہ بدایوں سے ہی درس نظامی کی ابتدا کی اور 1990 تا 1993ء تک یہی زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں دار العلوم نور الحق فیض آباد تشریف لے گئے اور 1994ء تا 1997ء فیض آباد میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ الاجازۃ العالیہ شعبہ تفسیر وعلوم القرآن 1999ء تا 2003ء، جامعہ الازہر قاہرہ (مصر) اور تخصص فی الافتاء، دارالافتاء المصریہ قاہرہ (مصر) سے مکمل کیا جبکہ 2008ء تا 2009ء جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے ایم اے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی[4]۔ آپ نے بدایوں، فیض آباد، مصر اور بغداد کے یگانہ روزگار علماء اور شیوخ سے سے استفادہ کیا۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

علامہ عبد الحمید محمد سالم، خواجہ مظفر حسین رضوی، مولانا رحمت اللہ صدیقی، مطیع الرحمن مضطر، علامہ علی جمعہ (مفتی مصر) پروفیسر عبد الحیٔ فرماوی (مصر)، پروفیسر علامہ جمعہ عبد القادر (مصر)، پروفیسر علامہ محمود عبد الخالق حلوہ (مصر)، پروفیسر علامہ سعید محمد صالح صوابی (مصر)، پروفیسر غلام سید المسیر (مصر)، پروفیسر علامہ طہ حبیشی (مصر)، علامہ عبد المعطی بیومی (مصر)، شیخ محمد صلاح الدین التجانی (مصر)، شیخ علی بن حمود الحربی الرفاعی (بغداد)، شیخ محمد ابراہیم عبد الباعث (مصر)۔[5]

آپ کے تلامذہ میں مولانا عطیف قادری، مولانا عزام قادری، مولانا سید عادل محمود کلیمی، مفتی دلشاد احمد قادری، مولانا مجاہد قادری، مولانا خالد قادری، مولانا عاصم قادری اور عبد العلیم قادری شامل ہیں۔[6]

آپ کا تعلق ایک علمی وروحانی خانوادے سے تھا۔ آپ اپنے والد محترم شیخ عبد الحمید محمد سالم کے دست پیر بیعت ہوئے اور آپ کو خلافت عطا کی گئی۔ شاہ سید یحییٰ حسن قادری برکاتی نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا۔[7]

مصر سے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد جب بدایوں آئے تو آپ کو جامعہ قادریہ بدایوں کا شیخ الحدیث مقرر کیا گیا۔ آپ ضلع بدایوں کے نائب قاضی بھی رہے۔ الازہر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز بدایوں کے ڈائریکٹر کے طور پر بھی کام کیا۔ عربی پینل قومی کونسل برائے اردو حکومت ہند، نئی دہلی کے ممبر بھی رہے۔ الازہر ایجوکیشن سوسائٹی بدایوں کے صدر اور الازہر فاونڈیشن مہار شٹر کے سرپرست کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں۔ نیو ایج میڈیا اینڈ ریسرچ سنٹر دہلی کے ٹرسٹی بھی رہے[8]۔ آپ کا عقد مسنونہ سہسوانی ٹولہ بریلی میں سید محمد نصیر کی دختر کے ساتھ 15 اگست 2004ء بروز اتوار کو ہوا۔[9]

آپ 2 جمادی الاول 1435ھ / 4 مارچ 2014 بروز منگل کو بغداد (عراق) میں شرپسندوں کی اندھی گولی لگنے سے شہید ہو گئے اور 4 جمادی الاول 1435ھ / 6 مارچ 2014ء بروز جمعرات کو احاطہ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز میں صاحب سجادہ پیر عبد الرحمن گیلانی کی زیر نگرانی تدفین عمل میں لائی گئی۔[10]

فرزدق تمیمی کا قصیدہ میمیہ: ایک تحقیقی مطالعہ

علامہ اسید الحق قادری عثمانی صرف علوم اسلامیہ پر دسترس نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ کا ادبی ذوق بھی کمال کا تھا۔ قصیدہ میمیہ میں آپ کا علمی، تحقیق وادبی امتزاج ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے مصنف نے قصیدہ میمیہ کے حوالے سے تمہیدی و تعارفی تحریر لکھی ہے۔ اس کے بعد زین السجاد علی بن حسینؓ کا تعارف تاریخی شواہد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے بعد شاعر فرزدق کے حوالے سے خصوصاً قصیدہ

میمیہ کی پاداش میں جو اسے سزا ملی اس کا ذکر کیا ہے۔ "تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جب فرزدق کا یہ مدحیہ قصیدہ ہشام نے سنا تو بہت ناراض ہوا اور اس قصیدہ کی پاداش میں فرزدق کو قید خانے میں ڈلوا دیا"۔[11] پھر اس قصیدہ کے حوالے سے علماء کی آراء کو نقل کیا ہے۔ اس بات پر بھی گفتگو کی ہے کہ یہ واقعی شاعر فرزوق کا ہے یا کسی اور کا۔ اور کیا واقعی سید زین العابدینؓ کی مدحت میں لکھا گیا۔ اس کے مختلف طرق کا جائزہ لیا ہے۔ اس ضمن میں متقدمین اور متاخرین کی آراء کا بھی احاطہ کیا ہے۔ جن میں ابو تمام (م230ھ)، ابن قتیبہ الدینوری (م270ھ)، ابو الفرج اصفہانی (356ھ)، امام طبرانی (م360ھ)، ابو القاسم الحسن بن بشیر لامدی (م370ھ)، ابو عبد اللہ مصعب الزبیری (م370ھ)، حافظ ابو نعیم اصفہانی (م430ھ)، ابن خلکان (م681ھ)، امام یافعی (768ھ)، حافظ ابن کثیر (774ھ) اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی (1052ھ) شامل ہیں۔ متقدمین میں سے حافظ ابو نعیم اصفہانی (430ھ) کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں امام زین العابدین کے تذکرے کے ضمن میں صحن کعبہ کا یہ واقعہ نقل کرکے قصیدے کے آٹھ اشعار درج کیے ہیں۔ شاعر کی حیثیت سے فرزدق اور ممدوح کی حیثیت سے امام زین العابدین کا ذکر کیا ہے"[12]۔ اور متاخرین میں شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت شیخ محقق کے بقول بعض حضرات نے ان اشعار کی نسبت جریر کی طرف کی ہے، بعض نے کثیر سے منسوخ کرکے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام محمد باقر کی مدح میں قرار دیا ہے۔ ان دونوں روایتوں کے اصل ماخذ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی۔ یہ تمام روایات غلط ہیں"[13]۔

قصیدہ میمیہ کی شروح جو آج تک لکھی گئیں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ مصنف قصیدہ میمیہ کی شروح کے تذکرہ میں مولانا جمیل احمد بلگرامی کی شرح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "اس شرح کا نام درر النضید شرح فی قصیدہ فررزدق تمیمی جس کے مصنف انیسویں صدی کے عالم مولانا جمیل احمد بلگرامی ہیں"[14]۔ قصیدہ میمیہ عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ شامل کیا ہے اور آخر میں مصادر و مراجع بیان کیے ہیں۔

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی نے اس کتاب میں سائنسی تفسیر کے رجحانات پر روشنی ڈالی ہے۔ سب سے پہلے سائنسی تفسیر کا مفہوم بیان کیا ہے۔ سائنسی تفسیر کے جواز میں متقدمین کی آراء کو نقل کیا ہے۔ جن میں امام غزالی، امام رازی، امام سیوطی، جبکہ متاخرین میں علامہ طنطاوی الجوہری، علامہ عبد الرحمن الکواکبی، علامہ طاہر بن عاشور، ڈاکٹر حنفی احمد، ڈاکٹر جمعہ علی عبد القادر، امام متولی الشعراوی کی نہ صرف آراء کو لکھا ہے بلکہ ان کی تحریروں کو بطور حوالہ بھی پیش کیا ہے۔ راقم نے سائنسی تفسیر کے حق میں متاخرین کی آراء بیان کرتے ہوئے، ڈاکٹر حنفی احمد کی رائے یوں بیان کرتے ہیں: "ڈاکٹر حنفی احمد اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں، یہ بڑی عجیب بات ہے اس صدی کے اوائل میں سائنس اور علوم جدیدہ نے جو وسعت اور ترقی حاصل کی ہے۔ اس کے باوجود سوائے چند حضرات کے اب تک لوگوں نے ان دقائق کی طرف توجہ نہیں دی جو قرآن نے حیات و کائنات کے بارے میں بیان فرمائے ہیں"[15] اس کے ساتھ ساتھ متعارضین کی آراء کا محاکمہ بھی پیش کیا ہے۔ جن میں امام ابو اسحاق شاطبی، شیخ محمود شلتوت، علامہ عبد العظیم الزرقانی شامل ہیں۔ سائنسی تفسیر کی مخالف آراء میں شیخ محمد شلتوت کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک طائفہ جو دانشوروں کا طائفہ کہلاتا ہے علوم عصریہ سے استفادہ کیا اور سائنسی، فلسفہ اور میڈیکل سائنس وغیرہ کے نظریات سے متاثر ہو کر اس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا شروع کر دی"[16]۔

قرآن کریم اور سائنس میں جو تعارض ہے اس کو بھی بیان کیا ہے۔ سائنسی تفسیر کے حوالے سے پائی جانے والی بے اعتدالیوں پر بھی گرفت کی ہے۔ دور جدید میں سائنسی تفسیر کے رواج پر قلم اٹھایا ہے۔ مصنف نے سائنسی تفسیر کے جواز کیلئے علماء و محققین کی متعین کردہ شرائط کو بھی بیان کیا ہے۔ مصنف نے سائنسی تفسیر کے جواز میں متعین کردہ شرائط میں سے ایک شرط یہ طے کی ہے:" قرآنی آیات کے مدلولات کا دائرہ اگرچہ وسیع ہے مگر اس کا خیال رکھنا ہو گا کہ قرآنی الفاظ کے صرف انہی معانی کا استخراج کیا جائے جن پر وہ لفظ عصر نزول قرآن میں دلالت کرتے ہیں۔ مفردات قرآنی کے ان معانی سے تجاوز نہیں کیا جائے گا جو عصر نزول میں مستعمل تھے[17]۔ غیر مقبول سائنسی تفاسیر کی امثال بھی درج کی ہیں۔ اور آخر میں مصادر و مراجع ضبط تحریر میں لائے ہیں۔

حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی نے اس تصنیف حدیث افتراق امت جس میں امت محمدیہ کے 73 فرقوں میں تقسیم کی بات کی گئی ہے پر مفصل گفتگو کی ہے۔ مصنف کے بقول اس کتاب کا محرک ڈاکٹر محمد احمد المسیر کا رسالہ "قضیۃ التکفیر فی الفکر الاسلامی" ہے، راقم نے سب سے پہلے حدیث افتراق امت کو درج کیا ہے۔ اسکے بعد حدیث کی اسنادی حیثیت کو بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو 18 جلیل القدر صحابہ کرام نے مختلف طرق سے روایت کیا ہے۔ مصنف 18 صحابہ کرامؓ کے نام درج کرنے کے بعد سند کے حوالے سے لکھتے ہیں:"ان طرق میں بعض اصح ہیں، بعض صحیح ہیں، بعض حسن ہیں، بعض غریب ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔ اس حدیث کی کثرت طرق کو دیکھ کر یہ بات کہی جاسکتی ہے۔ بالجملہ یہ حدیث صحت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے اور علی العقل حدیث مشہور کہلانے کی مستحق ہے"[18]۔ حدیث کے آخری جز پر علماء حدیث نے صحت و ضعف کے اعتبار سے جو کلام کیا ہے اس کو بھی ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ مصنف نے حدیث افتراق امت کو موضوع قرار دینے والوں کا بھی محاسبہ کیا ہے۔ امتی کا مفہوم قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ 73 فرقوں کی تعداد کے حوالے سے پائی جائے علماء کے اقوال کو تحریر کیا ہے۔ مشہور متشرق گولڈ زیہر نے اس حدیث کی عجیب و غریب تشریح کی ہے ۔کلھا فی الجنۃ الا واحدۃ یعنی ایک کے علاوہ سب جنت میں جائیں گے یہ روایت حدیث افتراق امت کے بر عکس ہے۔ اس روایت کے حوالے سے علماء کی آراء کو مفصل قلم بند کیا ہے اور پھر اس کی اسناد پر مفصل گفتگو کی ہے۔

حدیث افتراق امت کے حوالے سے متقدمین میں سے امام اشعری، امام عبد اللہ بن مبارک، شیخ ابن تیمیہ، امام بیہقی، امام ابو المظفر الاسفرائنی کی آراء کو نقل کیا ہے جبکہ متاخرین میں سے شاہ عبد الحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی، مولانا انوار اللہ فاروقی اور سید مدنی میاں اشرفی کی آراء کو سپرد قلم کیا ہے۔ مصنف امام اشعری کے رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"امام اہل سنت امام ابو الحسن اشعری اپنی کتاب "مقالات الاسلامیین" کے آغاز میں فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں کے درمیان بے شمار چیزوں میں اختلاف واقع ہو گیا۔ بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا اور بعض نے بعض سے برأت ظاہر کی۔ تو یہ الگ الگ فرقوں اور احزاب

میں تقسیم ہو گئے۔ہاں مگر اسلام ان سب کو جامع ہے اور ان سب پر مشتمل ہے"۔[19] اس کے اہل قبلہ کی تکفیر کے حوالے سے فقہاو متکلمین کی آراء کو بیان کیاہے۔ مصنف اہل قبلہ کی تکفیر کے حوالے سے مجدد الف ثانی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"علماء نے فرمایاہے اگر ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا ہو تو اسلام والے پہلو کو صحیح ماننا چاہیے اور کفر کا حکم نہ لگانا چاہیے"۔[20] اس پر پائے جانے والے شبہ کا ازالہ بھی پیش کیاہے، متقدمین اور متاخرین کی آراء کی روشنی میں مصنف نے اپنا موقف بھی پیش کیاہے۔ اس کے بعد گمراہ اور گمراہ گر کے حوالے سے شرعی حکم بھی بیان کیاہے۔ آخر میں خلاصہ بحث دس نکات کی شکل میں پیش کیاہے۔اور مصادر و مراجع بیان کیے ہیں۔

احادیث قدسیہ:

احادیث قدسیہ احادیث کے ذخیرہ میں ایک الگ مقام رکھتی ہیں۔ محدثین اور صوفیاء نے احادیث قدسیہ کے مستقل مجموعہ ہائے ترتیب دیے ہیں۔ مصنف نے بھی اردو میں احادیث قدسیہ پر مجموعہ ترتیب دیاہے جس کے حوالے سے ہم گفتگو کریں گے۔اس مجموعہ میں تقریباً 102 احادیث ہیں۔زیادہ تر احادیث صحت کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔ دس سے کم احادیث ایسی ہیں جن کو محدثین نے حسن کا درجہ دیاہے، جبکہ تین احادیث ایسی ہیں جن کو بعض نے ضعیف کہاہے۔ مگر وہ بھی متابعات و شواہد کی وجہ سے قوی ہیں مصنف نے بنیادی مصادر کے علاوہ جن ثانوی مصادر سے استفادہ کیاہے۔ مصنف اس کتاب کی تالیف کے دوران ثانوی مصادر سے استفادہ کے بارے میں لکھتے ہیں:"میں نے بعض احادیث کے ترجمے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کتب سے بھی استفادہ کیاہے۔ترجمہ بخاری، علامہ سید عبد الدائم جلالی، شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، ترجمہ ابوداؤد، مولانا عبد الاول، ترجمہ جامع ترمذی، مولانا سید نور عالم بہاری"[21]۔اسکے بعد ایک مضبوط مقدمہ تحریر کیاہے جس میں حدیث قدسی میں فرق بیان کیاہے اور اس کی اقسام امثال کے ساتھ بیان کی ہیں۔ احادیث قدسیہ کے موضوعات کو امثال کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں حدیث قدسی کا مفہوم علماء و محدثین کی آراء کی روشنی میں بیان کیاہے اسکے بعد قرآن اور حدیث قدسی میں فرق بیان کیاہے۔ موضوع احادیث قدسیہ کے حوالے سے علمی گفتگو کی ہے۔ مقدمہ میں بیان کردہ تمام عبارات و روایات کے مصادر بیان کیے ہیں۔اسکے بعد مولانا منظر الاسلام الازہری نے احادیث قدسیہ اور صفات باری کے نام سے ایک جامع مقدمہ لکھاہے۔ جس میں احادیث قدسیہ کا مفہوم، اور اس کی تفویض کے حوالے سے بیان کیاہے اور تاویل کے حوالے سے جامع گفتگو کی ہے۔اس کے بعد مصنف نے 130 عنوانات کے تحت احادیث قدسیہ درج کی ہیں جو درج ذیل ہیں: عقیدہ وایمان، عظمت پروردگار، رحمت و مغفرت، جنت و دوزخ، عظمت مصطفیٰ، انبیاء و مرسلین، شفاعت، امت محمدیہ کی فضیلت، اولیاو صالحین کا مرتبہ، شہدا کا مرتبہ اور جہاد کی فضیلت، اعمال صالحہ کی فضیلت، گناہوں کا انجام اور متفرقات۔[22]

خیر آبادیات:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی یہ کتاب خیر آبادی علم وفضل کے احوال وآثار پر مشتمل ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے وجہ تالیف بیان کی ہے۔ اس کے بعد دعائیہ کلمات، آئینہ خیر آبادیات، خیر آبادیات میری نظر میں اور تاثر ممتاز کے نام سے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کی تقریظ شامل ہے۔ مصنف نے پہلا عنوان خیر البلاد، خیر آباد کے نام سے قائم کیاہے۔ جس میں خیر آباد کی علمی حوالے سے اہمیت پر گفتگو کی ہے۔ اس کے بعد خانوادہ خیر آباد کے حوالے سے باب قائم کیاہے۔ جس میں اس خانوادے کا تاریخی پس منظر مفصل انداز میں بیان کیاہے۔ اس کے علاوہ

مولانا فضل امام خیر آبادی، علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولانا عبد الحق خیر آبادی کے احوال و علمی آثار بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد خانوادہ خیر آباد کی اہل علم خواتین کے حوالے سے علمی گفتگو کی ہے۔ جن میں بی بی سعید النساحرماں خیر آبادی، بی بی حاجرہ خیر آبادی اور بی بی رقیہ خیر آبادی قابل ذکر ہیں۔ مصنف نے مدرسہ خیر آباد نے نام سے باقاعدہ عنوان قائم کیا ہے۔ اس مدرسہ کا تاریخی پس منظر، مدرسہ کا نصاب تعلیم اور مدرسہ کے عناصر اربعہ کا بیان کیا ہے جن کو آج بھی بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ جن کی درسگاہ میں شہرہ آفاق ہوئیں۔ راقم نے عناصر اربعہ کے یہ نام لکھتے ہیں: مولانا عبد الحق خیر آبادی، مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری، مولانا فیض الحسن سہارنپوری[23]۔

اس کے بعد مصنف نے خیر آبادی طریقہ تدریس اور اس کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ خیر آبادی اساتذہ کی سلطنت کے حوالے سے احوال قلم بند کیے ہیں۔ جبکہ خیر آبادی تلامذہ کی عقیدت کے حوالے سے مفصل گفتگو کی ہے اور بطور امثال مولانا ہدایت اللہ رامپوری، مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی، مولانا عبد الجلیل سرحدی اور مولانا عبد القدیر بدایونی کو پیش کیا ہے۔ بدایوں میں سلسلہ خیر آباد جن کی وجہ سے پھیلا ان میں مولانا سناء الدین عثمانی، مولانا نور احمد عثمانی اور مولانا عبد القادر بدایونی قابل ذکر ہیں۔ کتب خانہ قادریہ میں خیر آبادی نوادر پر گفتگو کی ہے۔ فضل حق، فضل رسول اور آزردہ کے نام سے عنوان قائم کیا ہے۔ مصنف نے علامہ فضل حق خیر آبادی اور حافظ محمد علی خیر آبادی کے نام سے اور علامہ فضل حق خیر آبادی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے نام سے عنوانات قائم کیے ہیں۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے حوالے سے بے بنیاد روایتیں کا علمی محاسبہ پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے راقم لکھتے ہیں: ''حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں مولانا فضل حق کے متعلق غلط بیانیہ زیادہ تر ایک خاص گروہ کے حضرات نے کی ہیں۔ جس نے بھی شاہ اسماعیل دہلوی کی سوانح کو موضوع بنایا اس نے شاہ صاحب کی مدح کے ساتھ مولانا کی قدح کو لازم قرار دیا''[24]۔

مصنف نے علامہ فضل حق خیر آبادی اور سید حیدر علی ٹونکی، علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی سعد اللہ مراد آبادی کے درمیان ہونے والی ابحاث کو بیان کیا ہے اور علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ عبد الحق خیر آبادی اور ان کے تلامذہ کے علمی معرکے بیان کیے ہیں۔ ایک عنوان ''لطائف خیر آباد'' کے نام سے بھی قائم کیا گیا ہے۔ مصنف لطائف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مولانا عبد الحق خیر آبادی کے پوتے حکیم ظفر الحق خیر آبادی کے بارے میں ایک لطیفہ حضرت سید فرقان وحید ہاشمی (سجادہ نشین خانقاہ حافظیہ خیر آباد) نے راقم کو سنایا کہ ایک مرتبہ کوئی مریض حکیم صاحب کے پاس آیا، آپ نے اس کو نسخہ لکھ کر دیا، جب مریض نے نسخہ غور سے دیکھا اور اس میں ادویہ کے ساتھ کچھ ایسے اجزاء بھی تھے جن کا استعمال شرعاً جائز نہیں تھا، مریض نے کہا حکیم صاحب یہ اجزاء تو حرام ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ بھائی میں نے نسخہ لکھا ہے فتویٰ نہیں لکھا''[25]۔ خیر آبادیات پر تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی کام کے حوالے سے مفصل گفتگو کی ہے اور آخر میں حواشی اور مصادر و مراجع قلم بند کیے ہیں۔

تحقیق و تفہیم:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی کی یہ کتاب علمی و تحقیقی شہ پاروں کا مجموعہ ہے۔ جس میں علمی و تحقیقی مضامین کو پانچ عناوین کے تحت درج کیا گیا ہے۔ پہلا عنوان تحقیقات کے نام سے قائم کیا گیا ہے جس میں سات مضامین شامل ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہے:

نزول کے اعتبار سے قرآن کی آخری آیت، خدا کی طرف واپسی، عصر حاضر میں سیرت کی معنویت اہمیت اور جہت، تحفظ توحید کے نام پر کتب اسلاف میں تحریف، مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، تاریخی پس منظر اور اشاعتی خدمات، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ایک تحقیقی مطالعہ، ہم نامی کا مغالطہ۔[26]

دوسرا عنوان تفہیم حدیث کے نام سے ہے جس میں پانچ مضامین ہیں: تشہد کے سلسلے میں ایک مغالطے کا تحقیقی جائزہ، کیا رسول ﷺ امت کے احوال سے باخبر ہیں، تبرک بالاثار کے خلاف ایک روایت کا علمی جائزہ، متن حدیث کی بازیافت، حدیث عمامہ پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ[27]۔

تیسرا عنوان اجتہاد و تقلید کے نام سے ہے اس میں پانچ مضامین شامل ہیں: فقہ حنفی اور عمل بالحدیث، ائمہ مجتہدین پر ترک حدیث کا الزام، ابن ابی شیبہ اور فقہ حنفی، علامہ یوسف قرضاوی اور جماعت سلفیہ، رفع یدین کے مسئلہ پر ایک دلچسپ مباحثہ۔[28]

چوتھا عنوان تصوف وسلوک کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس میں تین مضامین ہیں: کیا موجودہ تصوف خالص اسلامی ہے؟، شیخ بہاوالدین شطاری اور رسالہ شطاریہ، خانوادہ برکاتیہ اور فیضان چشت[29]۔

پانچواں عنوان مباحثہ کے نام سے ہے جس میں پانچ مضامین شامل ہیں۔ کیا عالم عرب کے دینی جامعات میں صرف عربی زبان وادب پر ہی زور دیا جاتا ہے؟، دعوت و تبلیغ کے لیے خانقاہی نظام کتنا موثر ہے؟، آج اہل خانقاہ کی نئی نسل تعلیم سے دور کیوں؟، جماعت اہل سنت کا حقیقی تعارف کیا ہے؟، دینی کام کے معنی اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟[30]

نقد و نظر:

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں علامہ اسید الحق قادری عثمانی کے مضامین استدراک کے نام سے شامل ہیں جبکہ دوسرا حصہ سفر ناموں پر مشتمل ہے۔ استدراک چھ مضامین پر مشتمل ہے: تقریروں میں موضوع روایات: ایک لمحہ فکریہ۔ مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب سوط الرحمن کے سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزا کا تسامح۔ مولانا فضل رسول بدایونی کے فتوے پر ایک غلط بیانی کا تنقیدی جائزہ۔ پروفیسر ایوب قادری کی سخن گستری، سخن فہمی کے آئینے میں۔ شرح و تحقیق قصیدتان رالعتان از ڈاکٹر رشید عبیدی۔ سفر حج کی آسانی اور وسائل کی فراوانی، کہیں حج کی برکتیں ختم تو نہیں کر رہی ہے؟[31]

دوسرے حصہ میں چار عنوانات سے سفر نامے درج کیے گئے ہیں: شب جائے کہ من بودم۔ دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرحت کے رات دن۔ ہم نے دیکھا پاکستان۔ تو کجا بہر تماشہ می روی۔[32]

عربی محاورات مع ترجمہ و تعبیرات:

کسی بھی زبان کے منظوم و منثور ادب میں محاوروں کی لسانی، تہذیبی اور اسلوبی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عنوان کے اعتبار سے علامہ اسید الحق قادری کی ایک منفرد کتاب ہے اس تصنیف میں سب سے پہلے ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم (جامعۃ الازہر) ڈاکٹر عصام عید فہمی (جامعہ القاہرہ) اور ڈاکٹر مصطفی اشرف (جامعہ عثمانیہ حیدرآباد) کی تقاریظ شامل ہیں، اس کے بعد ایک ضخیم مقدمہ مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں عربی واردو

محاورات: تحقیق و تجزیہ، اردو محاورے کی تحقیق و تفہیم، محاروے اور ضرب الامثال میں خلط مبحث کے عنوان سے راقم لکھتے ہیں: ''آپ نے دیکھا علماء اردو محاروے کی کسی ایک تعریف پر متفق نہیں۔ یہ اسی عدم اتفاق کا نتیجہ ہے کہ عام طور پر محاورہ اور ضرب المثل کے درمیان خلط ملط ہو جاتا ہے۔ یہ غلطی ایسی عامۃ الورود ہے کہ عموماً لوگ اس کا شکار ہو گئے ہیں۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی اور پروفیسر نعمان اعوان کی مثالیں گزشتہ صفحات میں مذکور ہوئیں۔ ان کے علاوہ پروفیسر محمد حسین کی کتاب ''ہندوستانی محاورے'' میں آدھے سے زیادہ ضرب الامثال درج کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح منشی چرنجی لال دہلوی نے ''مخزن المحاورات'' کے نام سے جو ذخیرہ جمع کیا ہے اس میں کثرت سے امثال روزمرہ اور اصطلاحات کو شامل کر لیا ہے۔ منیر لکھنوی کی مشہور لغت "محاوراتِ نسواں" دراصل ضرب الامثال کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح کتاب "محاورات ہندوستان" بھی روزمرہ محاورے اور ضرب الامثال کا مجموعہ ہے''۔[33]

عربی محاورے کی تفہیم و تعریف، عربی محاورات کے ماخذ کے حوالے سے مصنف تحریر کرتے ہیں: محاورات پر تحقیق کرنے والوں نے عربی محاوروں کو ان کی اصل یا ماخذ کے اعتبار سے چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ 1: قرآنی محاورے، 2: قدیم محاورے، 3: جدید محاورے۔ 4: معرّب محاورے (عربی میں غیر عربی محاورے)[34]۔ اس کتاب میں محاورات کا تاریخی پس منظر، محاورات پر تہذیب و تمدن کا اثر، عربی اردو محاورات کا تقابلی جائزہ اور بامحاورہ ترجمے میں احتیاط شامل ہے پر مفصل کلام کیا گیا ہے۔ کتاب کی ترتیب کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے اور مصادر بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے دو ابواب ہیں۔ پہلے باب میں وہ محاورات شامل کیے گئے ہیں جن کا پہلا جز فعل ہے۔ جن کی تعداد حروف تہجی کے اعتبار سے درج ذیل ہے۔ الف:76، ب:17، ت:10، ث:1، ج:12، ح:9، خ:8، د:70، ذ:8، ر:17، ز:6، س:12، ش:12، ص:2، ض:17، ط:13، ظ:2، ع:14، غ:6، ف:10، ق:18، ک:5، ل:26، م:9، ن:12، ھ:4، و:18، ی:4۔ جبکہ دوسرے باب میں وہ محاوات جن کا پہلا جز اسم یا حرف کو شامل کیا گیا ہے۔ جن کی تعداد حروف تہجی کے اعتبار سے درج ذیل ہے۔ الف:13، ب:29، ت:6، ث:1، ج:8، ح:12، خ:6، د:2، ذ:1، ر:5، ز:1، س:7، ش:2، ص:8، ض:5، ط:3، ع:25، غ:3، ف:22، ق:7، ک:3، ل:11، م:18، ن:5، ھ:22، و:6، جبکہ کتاب کے آخر میں ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم اور ڈاکٹر عصام عید فہمی کی تقاریظ کو عربی متن کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

خامہ تلاشی:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی کے ان تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جو ماہنامہ ''جام نور'' دہلی میں اپریل 2005ء فروری 2007ء تک شائع ہوئے۔ اس کتاب کے آغاز میں مدیر ''جام نور'' خوشتر نورانی کا ابتدائیہ شامل ہے۔ اس کتاب میں تقریباً تیئس مضامین بنتے ہیں۔ ان مضامین میں مصنف نے اپنا قلمی نام ابوالفیض معینی لکھتے رہے۔ مصنف نے ''جام نور'' کے سابقہ شماروں پر بے لاگ تبصرے کیے ہیں۔ جہاں پر کسی نے اچھی بات لکھی اس کی تحسین فرمائی اور حق بات کی ہمیشہ تائید کی۔ علمی و فنی اعتبار سے آپ تحریروں کی جرح و تعدیل میں مہارت رکھتے ہیں۔ مصنف ماہنامہ ''جام نور'' مئی 2005ء کے شمارے میں مولانا ذیشان مصباحی کے مضمون پر جو انہوں نے سیاست میں علماء کی شرکت کے حوالے سے لکھا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سیاست میں علماء کی شرکت پر مولانا ذیشان مصباحی نے اچھی کوشش کی ہے سیاست بازی اور سیاست دانی کے تقسیم حقیقت کی عکاسی ہے مگر اس جملہ پر ہماری نظر ٹھہر گئی کہ فاروق اعظمؓ ایک زبردست سیاسی تھے' اگر یہ کتابت کی

غلطی نہیں ہے تو ہم اس کا معنی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ماہر سیاسیات یا سیاست داں کے معنی میں لفظ سیاس کا استعمال اردو، فارسی، عربی، کسی بھی زبان میں ہماری نظر سے نہیں گزرا"۔[35]

ایک عام قاری کے لیے کئی ایسی تحریروں کو شاید اتنا پہلے سمجھنا آسان نہیں ہوتا جتنا آپ کا تبصرہ پڑھنے کے بعد نظر آتا ہے۔ مصنف ماہنامہ "جام نور" جولائی 2005ء کے شمارے میں نئے پیش آمدہ اور جدید مسائل کے حوالے سے مولانا کوکب نورانی کے انٹرویو کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "مولانا کوکب نورانی صاحب کا انٹرویو طوالت کے باوجود ہم نے دلچسپی سے پڑھا۔ زمانے کے بدلتے حالات سے یکسر منہ موڑنے والے مفتیان کرام کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس انٹرویو کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور بدلے ہوئے زمانہ کے جبری تقاضوں کے تحت دعوت و تبلیغ، اصلاح وارشاد اور مذہب و مسلک کے دفاع کے سلسلے میں ٹی وی کی ضرورت وافادیت پر از سر نو سنجیدگی سے غور کریں"۔[36]

مصنف نے ان مضامین کے اندراج کے بعد ارباب علم ودانش کا وہ تاثرات قلم بند کیے ہیں جو راقم کی تحریروں کو پڑھ کر سامنے آئے جن میں علامہ محمد احمد مصباحی (مبارکپور، جامعہ الاشرفیہ)، ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی (دہلی)، مولانا پیر زادہ اقبال احمد فاروقی (مدیر جہان رضا، لاہور) مولانا سید رکن الدین اصدق (مدیر سہ ماہی جام شہود، بہار شریف) مولانا بہاء المصطفیٰ قادری (استاد، جامعہ منظر الاسلام، بریلی) ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر (خانقاہ حلیمیہ الہ آباد)، سید صبیح رحمانی (مدیر نعت رنگ، کراچی)، پروفیسر فاروق احمد صدیقی (صدر شعبہ اردو بہار یونیورسٹی مظفر پور بہار)، مولانا سید آل حسین رسول حبیبی (خانقاہ حبیبیہ قدوسیہ بھدرک، اڑیسہ)، مولانا حضور احمد منظری (پرنسپل دارالعلوم، شاہ جہان پور، یوپی)، مولانا عبد المبین نعمانی (المجمع الاسلامی، مبارک پور)، مولانا سید قمر شاہجہانپوری (نائب قاضی کانپور)، مولانا منظر الاسلام الازہری (کیلی فورنیا، امریکہ)، ایم۔ ایچ ہما (صدر شعبہ اردو مرار کا کالج، بھاگل پور، بہار)، محمد افروز قادری چیریا کوٹی (کیپ ٹاؤن، افریقہ)، سید منظر چشتی (خانقاہ عالیہ محمدیہ، پھپھوند شریف)، قابل ذکر ہیں۔ ابوالفیض معینی آخر میں مدیر "جام نور" کا ایک تفصیلی انٹرویو شامل کیا گیا ہے۔

افہام و تفہیم:

یہ علامہ اسید الحق قادری کی رشحات قلم ودانش کا مجموعہ ہے۔ ابتدائیہ مصنف کے برادر اصغر علامہ عطیف میاں قادری نے تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں:

پہلا حصہ تحقیقات کے نام سے ہے جس میں چھ مضامین شامل ہیں: احادیث قدسیہ ایک تحقیقی جائزہ۔ قصیدہ بانت سعاد: ایک مطالعہ۔ قصید تان رائعتان: ایک تحقیقی مطالعہ۔ مولانا فضل رسول بدایونی کی تصنیف بوارق محمدیہ: ایک تعارف۔ مولانا عبد الحامد بدایونی کے دو تاریخی کارنامے۔ خانقاہ قادریہ بدایوں اور خانوادہ علیمیہ: تعلقات وروابط[37]۔ جبکہ دوسرا حصہ شخصیات کے عنوان سے ہے جس میں آٹھ مضامین شامل ہیں: سیدنا عثمان بن عفانؓ۔ ابوریحان البیرونی۔ شمس مارہرہ اور رسالہ آداب السالکین۔ شمس مارہرہ اور سراج الہند۔ تیرھویں صدی کی ایک گم نام شخصیت: مولانا حیدر علی فیض آبادی۔ مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی۔ نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کی بارگاہ میں ایک حاضری۔ الحاد سے ایمان تک۔[38]

باقیات ہادی:

یہ مولانا عبد الہادی القادری کی نگارشات ہیں جن کو علامہ اسید الحق قادری عثمانی نے ترتیب دیا ہے اور اس کتاب میں چار قسم کے مضامین شامل ہیں۔ مضامین ھادی، مکاتیب ھادی، فغان ہادی اور مقالات الاموی، مقالات الاموی والا حصہ عربی زبان میں ہے۔ اس کتاب کے مضامین والے باب میں بڑے علمی اور سبق آموز واقعات ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر مصنف نے ایک مضمون "عربوں کے فن حرب" کے عنوان سے لکھتے ہیں: ''خانہ بدوشی ان کے لیے ضروری ہو جاتی ہے جو ایسے ماحول میں زندگی گزاریں۔ جہاں زندگی کی ضرورتیں آسانی سے فراہم نہ ہو سکیں۔ عرب کے طبعی حالات بھی عام طور پر ایسے ہی ہیں کہ وہاں پانی بھی ہر جگہ وافر مقدار میں میسر نہیں آتا۔ اس لیے جو قوم اس خط ارض میں آباد ہوئی۔ اسے مجبوراً خانہ بدوشانہ زندگی اختیار کرنا پڑی۔ خانہ بدوشانہ زندگی قوم میں کچھ خصوصیات پیدا کر دیتی ہے جس میں تکلیفوں کو سہنا اور مشکلوں سے مقابلہ کرنا سب سے اہم خصوصیتیں ہیں۔ عرب قوم میں جو قوت برداشت اور بہادری عام ہے حقیقت میں ان کی خانہ بدوشانہ زندگی کی دین ہے۔ کم سے کم اور معمولی سے معمولی چیز پر قناعت کرنا اور بات بات پر جان کی بازی لگا دینا شہری زندگی بسر کرنے والوں کے بس کی بات نہیں[39]۔

مصنف اپنے ایک اور مضمون ''خطیب اور خطبہ'' میں لکھتے ہیں: ''قوت گویائی انسان کو اس لیے ودیعت کی گئی کہ اس سے کام لے کر وہ ایک دوسرے کے قریب آئے اور تمدن وحضارت پروان چڑھے جو حقیقت میں انسانیت کا امتیاز ہے، اس لیے زبان تو گویا انسان کی فطرت ہی ہے اور ادب زندگی کا ساتھی لیکن ادب کی قسموں میں اولیت نثر کو حاصل ہے کیونکہ وہ آسانی سے بولی جاتی ہے اور بغیر فکر اس سے کام لیا جاسکتا ہے۔ عربی ادب میں بھی نظم کے مقابلے میں نثر ہی اولیت کا مقام رکھتی ہے۔ لیکن چونکہ عرب بے اندازہ زمانہ تک کتابت سے بے نیاز تھی اس لیے عربوں کے قدیم نثری کارنامے پورے طور پر محفوظ نہیں رہ سکے''۔[40]

تذکرہ شمس مارہرہ:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی کی یہ کتاب شمس مارہرہ ابو الفضل آل احمد اچھے میاں کے احوال وآثار اور علمی وروحانی خدمات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، مصنف نے سب سے پہلے شمس مارہرہ کے شجرہ نسب اور حیات وشخصیت کے حوالے سے مفصل گفتگو کی ہے۔ اس کے بعد روحانی مقام، ذوق علمی اور معارف پروری کو ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ اس کتاب میں ان کی تصانیف، خلفاء کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے اور شمس مارہرہ پر لکھی جانے والے سوانحی کتب پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ راقم نے شمس مارہرہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے علمی وروحانی روابط کو بیان کیا ہے۔ راقم بیان کرتے ہیں: ''یہ دونوں حضرات معاصر تھے، ایک دوسرے کے علمی وروحانی مرتبہ ومقام سے آشنا تھے، لہٰذا علمی مجالس اور نجی محافل میں ایک دوسرے کا ذکر خیر بھی ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں ایک مرتبہ ایک مرید سے شاہ عبد العزیز نے فرمایا کہ تم نے اچھے صاحب ماہروی کو دیکھا ہے؟ اس مرید نے عرض کیا میں ڈھاکہ سے لے کر دلی تک اکثر مشہور بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ان کے ارشادات وتوجہات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہے۔ ان میں سے ممتاز اکابر کے چند طبقات میں نے قائم کیے ہیں۔ اس سلسلے کچھ احوال بزرگان ڈھاکہ نیز حضرت شاہ غلام علی کے بیان کر کے کہا کہ طبقہ ثانیہ میں شاہ اچھے صاحب کو باعتبار علم وعمل اس فن کا ماہر سمجھتا ہوں''[41]۔

اسی طرح حضور شمس ماہرہ نے شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے متعلق ارشاد فرمایا: ان کا ظاہر ہمارے باطن کی مانند ہے اور ان کا

باطل ہماری ظاہر کی طرح ہے[42]۔

مفتی لطف بدایونی شخصیت وشاعری:

مفتی اکرام احمد لطف بدایونی مدرسہ قادریہ کے فارغ التحصیل ہے۔ اس کتاب میں مفتی لطف بدایونی کے حوالے سے دو مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔ ایک مضمون مولانا عبد الہادی قادری کا ہے جبکہ دوسرا ابرار علی صدیقی صاحب کا ہے۔ مفتی صاحب ایک قادرالکلام شاعر تھے۔ ان کا منتخب کلام بھی شامل کتاب ہے۔ اس کتاب کی ترتیب وتقدیم علامہ اسید الحق قادری عثمانی نے سرانجام دی ہے۔ علامہ اسید الحق قادری عثمانی مفتی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابرار علی صدیقی جو کہ شاگرد ہیں مفتی لطف بدایونی کے اپنے استاد محترم کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مفتی صاحب مرحوم نہ صرف علوم عربی وفارسی میں عمدہ استعداد کے مالک تھے بلکہ ان کو شاعری کے فن سے بھی کمال واقفیت تھی"۔[43]

مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں کی نشاۃ ثانیہ:

علامہ اسید الحق قادری عثمانی نے مدرسہ عالیہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ فرمائی۔ آپ نے مدرسہ کے لیے مزید جگہ کا بندوبست کیا اور درس وتدریس کا آغاز کیا۔ یہ تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری ہے۔

نقویہ کالج برائے خواتین:

یہ کالج پہلے سے ہی قائم تھا لیکن کارکردگی اتنی خاص نہیں تھی۔ آپ نے اس جانب بھرپور طور توجہ دی۔ آپ کی توجہ سے تعداد دو ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اوراب بھی ضلع بھر میں نمایاں کردار ادا کر رہاہے۔

الازہر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز:

آپ نے یہ ادارہ قائم کرے ہندوستان کی دو بڑی جامعات سے اس کا الحاق کروایا۔ ہر سال طلباء کی دینی وعلمی تربیت خود فرماتے اور اس کی شاخیں پونا اور اورنگ آباد میں بھی قائم کیں۔

مدرسہ شمس العلوم بدایوں:

یہ ادارہ آپ کے اسلاف کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ اس مدرسہ میں آپ کی کوششوں سے مولانا عبد الماجد پبلک لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا، عام طلباء کے لیے ایک باضابطہ کمپیوٹر شعبہ قائم کیا۔

علمی مذاکرے اور ورک شاپ:

مدرسہ عالیہ قادری کے زیر اہتمام مدارس کے طلباء کے درمیان علمی مباحثے کرواتے ان پروگراموں میں اہل علم ودانش کے موضوعاتی خطاب بھی ہوتے۔[44]

عصری علوم کے طلباء کے لیے دینی ورکشاپ کا اہتمام:

آپ موسم گرما کی تعطیلات میں اسکولز اور کالجز کے طلباء کو باضابطہ علمی ودینی معلومات کی فراہمی کے لیے دینی ورکشاپ کا اہتمام

کراتے۔ جس میں ہائی اسکول سے ایم اے لیول تک سینکڑوں طلبہ شریک ہوتے۔[45]

خلاصہ:

علامہ اسید الحق قادری کی علوم دینیہ کے فروغ میں خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ نے ایک نئی جہت اور نئی جدت کے ساتھ جو خدمات سرانجام دیں وہ رہتی دنیا تک ایک مثال ہیں۔ آپ نے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھایا اور کتب تصنیف کیں۔ علاوہ ازیں اپنے اسلاف کی کتب کا ترجمہ و تخریج کرنے ایک عام قاری تک اس رسائی ممکن بنائی۔ آپ کی شہادت 39 سال کی عمر میں ہوئی۔ مولانا عبد الحئ فرنگی محلی کی طرح زندگی کی چالیس بہاریں بھی نہ دیکھ سکے۔ لیکن جتنا علمی، ادبی، تحقیقی اور تنقیدی کام سرانجام دے گئے ہیں۔ بڑے بڑے علماء کیلئے آپ کی حیات قابل تبریک اور ممات قابل رشک نظر آتی ہے۔ آپ مثالی عالمانہ انتشار اور صوفیانہ افکار کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اسلاف شناس محقق بھی تھے۔ اہل فکر و نظر اور علماء و مشائخ نے ناصرف آپ کی زندگی میں آپ کی تحسین فرمائی بلکہ آج بھی آپ کی علمی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں آپ کی ان خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حوالہ جات

---

[1] قادری، فرید اقبال، شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن، مجلہ بدایوں، شہید بغداد نمبر 2014ء، پاکستان ہاوس، بی بلاک، نارتھ ناظم آباد کراچی، ص80

[2] قادری، دلشاد احمد، مولانا، خانوادہ عثمانیہ عارف و خدمات، ماہنامہ جام نور عالم ربانی نمبر، ج11، شمارہ 132، اپریل 2014، ٹیا محل جامع مسجد دہلی، ص72

[3] قادری، اسید الحق علامہ، خیر آبادیات، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، اکتوبر 2011ء، ص262

[4] قادری، محمد عزام صاحبزادہ، آئینہ حیات عالم ربانی، ماہنامہ جام نور عالم ربانی نمبر، ص96

[5] قادری، اسید الحق، علامہ، تحقیق و تفہیم، دارالاسلام لاہور، جون 2016ء، ص426

[6] قادری، محمد عزام صاحبزادہ، ماہنامہ جام نور، عالم ربانی نمبر، ص97

[7] قادری، اسید الحق، علامہ، تحقیق و تفہیم، ص425

[8] قادری، محمد عزام صاحبزادہ، ماہنامہ جام نور، عالم ربانی نمبر، ص97

[9] قادری، عطیف، مولانا، مولانا اسید الحق قادری: شخص و عکس، ماہنامہ جام نور، عالم ربانی نمبر، ص109

[10] قادری، عبد القیوم، حافظ، خون کے آنسو رولا گئے ہو تم، مجلہ بدایوں، شہید بغداد نمبر، ص66

[11] قادری، اسید الحق، علامہ، فرزوق تمیمی کا قصیدہ میمیہ، ایک تحقیقی مطالعہ، تاج الفحول اکیدمی، بدایوں ہند، 2013، ص24

[12] قادری، اسید الحق، علامہ، فرزوق تمیمی کا قصیدہ میمیہ، ایک تحقیقی مطالعہ، ص29

[13] ایضا، ص32

[14] ایضا، ص35

[15] قادری، اسید الحق، علامہ، قرآن کریم کی سائنسی تفسیر: ایک تنقیدی مطالعہ، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2014ء، ص20

[16] ایضا، ص29

[17] ایضا، ص54

[18] قادری، اسید الحق، علامہ، حدیث افتراق امت: تحقیق مطالعہ کی روشنی میں، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2000ء، ص13

[19] ایضا، ص44

[20] ایضا، ص63

[21] قادری، اسید الحق، علامہ، احادیث قدسیہ، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2008ء، ص11

[22] قادری، اسید الحق، علامہ، احادیث قدسیہ، ص7

[23] قادری، اسید الحق، علامہ، خیر آبادیات، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2011ء، ص36

[24] ایضا، ص140

[25] ایضا، ص220

[26] قادری، اسید الحق، علامہ، تحقیق و تفہیم، ادارہ فکر اسلامی دہلی ہند، 2014ء، ص5

[27] ایضا، ص5

[28] ایضا، ص6

[29] ایضا

[30] ایضا

[31] قادری، اسید الحق، علامہ، نقد و نظر، ترتیب جدید مولانا عطیف قادری، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2016ء، ص5

[32] ایضا، ص5

[33] قادری اسید الحق، علامہ، عربی محاورات مع ترجمہ تعبیرات، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2014، ص23

[34] ایضا، ص30

[35] قادری اسید الحق، علامہ، خامہ تلاشی، اداراہ فکر اسلامی دہلی ہند، 2014ء، ص19

[36] ایضا، ص34

[37] قادری اسید الحق، علامہ، افہام و تفہیم، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2015ء، ص5

[38] ایضا، ص6

[39] قادری، محمد عبد الہادی، مولانا، باقیات ھادی، ترتیب و تقدیم علامہ اسید الحق قادری، تاج الفحول اکیڈمی، 2009ء، ص57

[40] ایضا، ص81

[41] قادری اسید الحق، علامہ، تذکرہ شمس ماہرہ، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2013ء، ص77

[42] قادری اسید الحق، علامہ، تذکرہ شمس ماہرہ، ص78

[43] قادری، اسید الحق، علامہ، مفتی لطف بدایونی، شخصیت و شاعری، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں ہند، 2010ء، ص11

[44] مصباحی، مبارک حسین، مولانا، عزائم اور منصوبوں کے ایک جہاں کی موت، جام نور عالم ربانی نمبر، ص201

[45] ایضا، ص216